# دہریت کا تنقیدی جائزہ

## The Critical Analysis of Atheism

نعمان نیّر کلاچوی

# دہریّت کا تنقیدی جائزہ

## The Critical Analysis Atheism

نعمان نیئر کلاچوی

| | |
|---|---|
| نام مقالہ | دہریت کا تنقیدی جائزہ |
| مصنف | نعمان نیئر کلاچوی |
| ناشر | مرشد پبلی کیشنز، کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان |
| پی ڈی ایف ایڈیشن | مئی، 2025 |

## انتساب

وجودی بحران سے نڈھال نوجوانوں کے نام

# پیش گفتار

مسلمہ اخلاقیات کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کسی بھی معاملے میں اپنی رائے یا تحقیق بیان کرنے سے قبل اپنا علمی ،نظریاتی یا مذہبی قیام قارئین کے سامنے رکھ دے تاکہ پڑھنے والا لکھنے والے کے متعلق کسی بھی قسم کے ابہام کا شکار نہ رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ روایتی معنوں میں میرا قیام(Stance) نہ تو خالص مذہبی ہے اور نہ ہی دہری یعنی قادرِمطلق خدا کا منکر ہونا بلکہ قرآنی اصطلاح کے مطابق مَیں خود کو" حنیف" ( یکسو ہونے والا) کہتا ہوں اور میری فکر کا محور و مرکز صرف قرآن ہے۔علاوہ ازیں میری بنیادی تعلیم خالصتاً مذہبی ہے۔مَیں پانچ سال تک مسلسل ایک مقامی دینی مدرسہ میں باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ یہ مدرسہ دیوبند مکتب سے متعلق تھا اور ہمارے مشفق اُستاذ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی صاحب مدرسہ دیوبند ہندوستان کے معروف دینی بزرگ مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے خاص تلمیذ تھے۔

آزادخیالی کا دَور جون 2013ء سے شروع ہوتا ہے اور بالآخر تمام مسالکِ اسلامیہ سے ہوتا ہوا اِلحاد ،تشکیک ، دہریت اور لاادریت تک پہنچ جاتا ہے۔اِس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ سب انسان کے فطری مسائل ہیں جن سے ایک ذہین اور حساس انسان کبھی مفر حاصل نہیں کرسکتا۔میں اِسے علمی ارتقاء نہیں کہوں گا کیونکہ یہ اصطلاح ہمارے دہریہ احباب اکثر استعمال کرتے ہیں اور میں اِس اصطلاح کو اِس لئے مناسب نہیں سمجھتا کہ عقائد سے آزادی کے بعد انسان کسی حد تک نفسیاتی طور پر تو آزاد ہو جاتا ہے لیکن اِس کے سبب انسان کوئی علمی ترقی حاصل لیتا ہے ایک نہایت لغو خیال ہے۔اِلحاد اپنی اصل میں کوئی علمی قیام نہیں بلکہ مذہب کا ایک نفسیاتی ردِعمل ہے یعنی سادہ الفاظ میں اِلحاد مذہب پر غیر علمی تنقید کا نام ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اِلحاد کی فکری بنیاد ہی مذہب پر تنقید

پر کھڑی ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔واقعہ یہ ہے کہ وحی کے بغیر علم ممکن ہی نہیں ۔اِس مسئلہ کو ذرا گہرائی سے سمجھنا ضروری ہے۔جو علم ہم حواس کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں اُس کا تعلق طبع سے ہے لیکن جو علم انسانی ذات کی توجیہ کیلئے درکار ہوتا ہے وہ حواس مہیا نہیں کرتے اور نہ ایسی توجیہ عقل و منطق کے ذریعے سے وضع کی جا سکتی ہے مثلاً ہم کیوں ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟، ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟، صحیح اور غلط کیسے طے ہوتے ہیں اور ہم اِس کا اِدراک تجربات کی وساطت سے رکھتے ہیں یا یہ شعور ایک اُلوہی ودیعت ہے؟، وغیرہ جیسے سوالات کا جواب صرف وحی ہی دے سکتی ہے یعنی خدائی شعور۔

انسانی شعور کے متعلق سرِ دست صرف اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ یہ پہلے سے موجود اشیاء کا ادراک کرتا ہے عدم کو وجود میں نہیں لاتا۔انسانی عقل تخیل، تجزیہ، تنظیم، دریافت اور ادراک کے اعمال سرانجام دیتی ہے اور یہ تبھی ممکن ہوسکتا ہے جب پہلے سے کوئی شے موجود ہو، ایسا نہیں ہے کہ عقل وجود وقوع پذیر کرتی ہے مثلاً ظلم کا احساس عقل کی پیداوار نہیں ورنہ مظلوم کو دلائل سے مطمئن کرلیا جاتا کہ تیرے ساتھ انصاف ہوا ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ مظلوم اپنے اُوپر رَوا رکھے گئے ظلم کا ادراک نہ رکھتا ہو۔ایک بار شعور حاصل کر لیا تو پھر مظلوم صبر، ایثار اور مزاحمت میں سے کوئی ایک راستہ ضرور چُن لیتا ہے۔پس یہی ہے عقل کی حد۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایمان عقیدہ نہیں بلکہ ایک شعوری تجربہ ہے۔اِس کی مکمل تفصیل کیلئے آپ کو میرے مقالہ" ایمان" (انسانی شعور کا بنیادی مقدمہ) کا مطالعہ کرنا ہوگا۔سرِ دست صرف اتنا عرض کروں گا کہ چلیں ایک لمحہ کیلئے مان لیتے ہیں کہ کوئی قادرِ مطلق خدا نہیں ہے اور نہ ہی اُس نے کوئی ہدایت یعنی وحی بھیجی ہے۔سو اب کیا؟؟؟۔صحیح غلط، سچ جھوٹ سب ختم۔کائنات سمیت انسان کی

توجیہ بھی ختم۔ بالآخر انسان ایک ارتقاء یافتہ جانور ٹھہرا۔لیکن یہ سچ نہیں ہے کیونکہ۔۔۔۔
مَیں چیختا ہوں کہ میرے ساتھ غلط ہو رہا ہے بھلے امریکہ میں بیٹھا میرا ملحد دوست اویس اقبال یہ چیخ سن کر کانوں میں اُنگلیاں دبا لیتا ہو یا میرے وٹس ایپ میسجز سین کر کے جواب نہ دے پاتا ہو،، نہ صرف یہ چیخ کہ میرے ساتھ غلط ہو رہا ہے بلکہ مجھے عدل بھی چاہئے۔مَیں پِٹ رہا ہوں کہ مَیں جھوٹا نہیں ہوں اور نہ ہی میری مشقّت رائیگاں ہے۔اب کون ہے اِس دنیا میں جو مجھے اِس چیخ کا کامل جواب دے سکتا ہے یا کم ازکم اتنا ہی بتا دے کہ ایک ارتقاء یافتہ جانور یا بالفاظ دیگر ایک بندر میں یہ احساس کیسے پیدا ہوگیا؟۔کیا ایک ارتقاء یافتہ بندر معنویت کی تلاش میں اپنا سب کچھ قربان کر سکتا ہے؟۔مَیں نے کرلیا ہے لیکن بندر مزے میں ہے۔
حیاتیاتی ارتقاء ایک بدیہی واقعہ ہے اور اِس سے انکار ممکن نہیں لیکن یہ کہ انسان ایک ارتقاء یافتہ جانور ہے اور بس،، یہ توجیہ کبھی بھی انسان کیلئے کافی وشافی نہیں ہو سکتی۔اگر مَیں صرف ایک ارتقاء یافتہ جانور ہوتا تو کیا ہی بات ہوتی بلکہ مَیں بھی بچھڑے کی طرح کھیتوں میں کھاتا پیتا، اُچھلتا کودتا اور ایک دن قصائی کی چھری تلے آ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نابود ہو جاتا مگر میرے ساتھ ایسا نہیں ہے کیونکہ مَیں بچھڑا نہیں ایک انسان ہوں اور انسان ہونا ہی میرا امتیاز ہے۔
انسان کے اندر عدل کی طلب کیسے پیدا ہوتی ہے اس کیلئے میری بحث ”ملحدانہ اخلاقیات کا تجزیہ“ ملاحظہ فرمائیں۔ملحد ہو جانے کے بعد تو یہ سمجھ تک غارت ہو جاتی کہ انسان ہے کیا بَلا ؟۔ڈیکارٹ نے اِس اذیت ناک مسئلے سے جان چھڑانے کیلئے ایک مفروضہ گھڑلیا تھا کہ
I think therefore I am. مَیں سوچتا ہوں اِس لئے مَیں ہوں۔
اب ڈیکارٹ سامنے ہوتا تو مَیں اُس سے پوچھ لیتا کہ تُو یہ بتا کہ تُو سوچتا کیوں ہے؟۔

بات دراصل یہ ہے کہ خدا کو یکسر مسترد کر دینے کے بعد انسان دلیل و منطق سے تو خیر ہاتھ دھو ہی بیٹھتا ہے بلکہ اُس سے اپنی ذات ہی گم ہو جاتی ہے۔آئیے اِس ناقابل تردید حقیقت کی خبر چودہ سو سال پہلے کے نازل کردہ خدائی شعور سے لیتے ہیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ (حشر،19)۔اور نہ ہو جانا اُن لوگوں کی مانند جنہوں نے خدا کو بھلا دیا، پس خدا نے اُنہیں اپنی ذات سے بے بہرہ کر دیا یعنی وہ وجودی بحران (Existential Crisis) کا شکار ہو گئے۔اب اگر کوئی سمجھے تو اُس کی سمجھ ہی اُس کیلئے ہدایت کا رستہ کھول سکتی ہے ورنہ زورزبردستی کا تو کوئی محل ہی نہیں۔

فقیر

نعمان نیئر کلاچوی 19 مئی 2025

☆☆☆☆☆

# دہریت کا تنقیدی جائزہ

## The Critical Analysis of Atheism

جون 2013ء سے لیکر جون 2023ء تک یہ کُل دس سال مَیں مسلسل دہریت کی وادیوں میں سرگرداں رہا۔ دریں اثناء دہریت پر مبنی کوئی بھی قابل ذکر تحقیق میری نظروں سے اوجھل نہیں رہی۔ یعنی رَسل سے لیکر جدید دور کے نمائندہ دہریہ رچرڈ ڈکنز تک شاید ہی کوئی معروف دہریہ ہو جس کے کام کا مطالعہ میں نے نہ کیا ہو۔ چنانچہ رَسل کی بعض تحریروں نے مجھے واقعی میں بہت متاثر کیا۔ اِسی طرح رچرڈ کے بھی بہت سے تحقیقی مضامین مجھے کافی عرصہ تک Appeal کرتے رہے۔ واضح رہے کہ دہریت کی جانب میرا کھچاؤ خالص علمی نوعیت کا تھا۔ اِسی دوران میرے سامنے کبھی کوئی انفرادی مفادات یا دیگر محرکات نہ آئے۔ جب کبھی دہریت پر مبنی لٹریچر پڑھا تعصب کو بالائے طاق رکھ کر پڑھا ورنہ پڑھا ہی نہیں۔ پڑھا کیا بلکہ دہریت پر مبنی بہت سے مقالات بھی گاہے گاہے رقم کرتا رہا۔

## لیکن

آج میرے نظریات گزشتہ کل کی طرح کے نہیں رہے۔ آج مجھے محسوس ہوا کہ دہریت ایک ذہنی انتشار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## رُکیں ذرا

پہلے مجھ تسلی سے سن لیں بعد میں کوئی فیصلہ کیجئے گا۔

## ☆ چلیں میں اپنا مقدمہ دہریت ہی کی مبادیات سے شروع کرتا ہوں ☆

فرض کرتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں ہے۔ یہ کائنات خود بخود واقع ہوئی ہے یا Bing Bang کے ذریعہ واقع ہوئی۔ اِسی طرح تمام مذاہب Man-made ہیں۔اخلاقیات کی کوئی اُلوہی حیثیت نہیں ہے۔کوئی آخرت نہیں ہے بلکہ انسان کے مرنے کے ساتھ ہی سب ختم۔

مذکورہ بالا تمام باتوں پر یقین کرتے ہوئے اب صرف تین نہایت اہم اور ناگزیر سوالات پیدا ہوتے ہیں جنہیں کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ملاحظہ فرمائیں۔

1 : انسانی وجود کی معنویت کیا ہے؟۔

2 : اخلاقیات کس بنیاد پر واقع ہوں گے؟۔

3 : نظامِ عدل کس بنیاد پر قائم ہوگا؟۔

اب مَیں اِن تین سوالات کو مزید واضح کرتا ہوں۔

بات یہ ہے کہ دہریے مذہب پر اَن گنت اعتراضات کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف النوع سوالات کے اَنبار لگا دیتے ہیں لیکن مَیں نے دہریت کو زیادہ زحمت نہیں دی بس صرف تین نہایت اہم سوالات کے جوابات طلب کئے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مَیں خود پوری دیانتداری سے اِن سوالات کے جوابات ڈھونڈوں گا لیکن پہلے اِن تین سوالات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

سوال نمبر ایک یہ کہ مذہب سے فراغت کے بعد انسانی وجود کو معانی کیسے دیئے جائیں؟۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہونے کا کیا مقصد ہے؟۔یعنی ہم کیوں ہیں؟۔زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے تو پھر ہم خودکشی کیوں نہ کرلیں؟۔ یہاں زندگی کا عذاب جھیلنے سے تو بہت بہتر ہے کہ ہم سکون

سے مر جائیں۔کیا خیال ہے؟۔مذہب کے علاوہ ہمارے پاس جینے کی خالص عقلی توجیہ کیا ہے؟۔
سوال نمبر دو کی وضاحت یہ کہ مذہب کے بغیر ہم کیوں نیکو کار بنیں؟۔ہم کیوں نیکی اختیار کریں جبکہ بدی میں ہمیں صریح فائدہ نظر آرہا ہو؟۔ہم اپنے مفادات کے حصول کیلئے ظلم کیوں نہ کریں؟۔ہم اپنے مفادات کے حصول کی خاطر ہر جائز و ناجائز قدم کیوں نہ اُٹھائیں حتیٰ کہ ہم قتل و غارت کیوں نہ کریں؟۔اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ہم کیوں برائی اختیار نہ کریں؟۔مذہب کے علاوہ وہ کونسا جذبہِ محرکہ ہے کہ جس کے سبب ہم برائی سے رُک جائیں؟۔
سوال نمبر تین کی وضاحت یہ کہ مذہب کے برعکس دہریت کے پاس قانونِ دنونت (Law of Reward and Punishment) کا کیا انتظام موجود ہے؟۔
مختصر یہ کہ دہریت دنیا میں عدل کیسے قائم کرے گی؟ جبکہ یہاں ظالم ظلم کرکے بچ نکلتا ہے اور مظلوم بے موت مارا جاتا ہے۔نیک دل اور راست باز انسان ایک انتہائی اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں جبکہ چور اُچکّے اور بدقماش مزے سے جی رہے ہوتے ہیں۔مظلوم کو انصاف کیسے ملے گا؟۔پس دہریت کے پاس نظامِ عدل کا حتمی اور آفاقی کیا انتظام موجود ہے؟۔اُمید ہے سوالات کسی حد تک واضح ہو چکے ہوں گے۔

## ☆ آیئے اب اِن سوالات کے جوابات ڈھونڈتے ہیں ☆

تینوں سوالات کے جوابات صرف ایک ہی سوال میں بیان کئے جاسکتے ہیں کہ جب زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے اور کسی اچھے یا بُرے کام کے کرنے کا بالآخر کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تو سب سے

بہترین کام خودکشی کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟۔اِسی طرح مذہب کے بغیر اخلاقیات کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔یعنی نیکی پر کوئی صلہ نہیں اور ظلم کرنے پر کوئی باز پُرس نہیں۔پس کسی کو خاطر میں لانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ کوئی حساب ہے نہ کتاب۔کوئی سزا ہے نہ ہی جزا۔پس جیسے دل کرے ویسے کرتے رہو بلکہ کچھ نہ بھی کرو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔مرنے کی دیر ہے پھر سب ختم۔ہے نا مزے کی بات؟۔ظلم کرکے اگر طاقت حاصل کر لی ہے تو مزے سے جیتے رہو اور پھر مزے ہی میں مر جاؤ جبکہ آگے کی بھی کوئی فکر نہیں کیونکہ آخرت تو ہے ہی نہیں۔

پس دہریت ظالم کو ایک زبردست تسلی فراہم کرتی ہے کہ ظلم کرنے سے مت کتراؤ کیونکہ نہ کوئی حساب ہے نہ کتاب۔خدا تو ہے نہیں جو آپ کا احتساب کرے جبکہ مظلوم کے پاس اتنی طاقت ہی نہیں کہ وہ آپ کے قریب آسکے۔چنانچہ اصل مزے تو طاقتور ظالم نے لُوٹ لئے۔پس قادرِ مطلق خدا کے تصور کے علاوہ اور کیا صورت ہے جو عدل کو ممکن بنا سکے؟۔کم از کم انسان کی خواہش تو نہیں کیونکہ انسانی فطرت میں برائی کی طرف زبردست رغبت موجود ہے جبکہ خدا بغیر ایمان کے واقع نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان ظلم کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے اِسی لئے اگر خدا کی موجودگی سے انکار کر دیا جائے تو انسانی معاشروں میں ظالموں کے صرف چہرے ہی بدلیں گے جبکہ رویہ اور فعل وہی ہوگا یعنی جبر کے ذریعے طاقت کا حصول۔چنانچہ اگر قادرِ مطلق خدا کا تصور ہی سرے سے نابود کر دیا جائے تو انسان کی یہ لامحدود بے خوفی کس بھیانک صورتحال پر منتج ہوگی، انسانی ذہن اِس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔پس پہلی اور بالخصوص دوسری جنگِ عظیم انسان کی اِسی لامحدود بے خوفی کے ناقابل تردید ثبوت ہیں۔قارئین اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس مذکورہ

سوالات کے کوئی اِس سے بھی بہتر جوابات موجود ہیں تو ناچیز کو ضرور آگاہ کیجئے کیونکہ فیصلہ تو آپ نے خود ہی کرنا ہے۔

☆ یہاں پر مَیں اب چند معروضات دوٹوک الفاظ میں پیش کرتا ہوں ☆

سچی اور انتہائی اذیت ناک بات یہ ہے کہ مذہب سے فراغت کے بعد انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ کام تو ایک طرف کسی کلام تک کا نہیں رہتا کیونکہ کلام بغیر "اعتقاد" کے بکواس کے سوا کچھ نہیں۔ بکواس ہندی میں ایسے کلام کو کہتے ہیں جس کی کوئی بنیاد نہ ہو۔ بالکل یہی صورتحال ایک ذہین کو مذہب ترک کرنے کے بعد پیش آتی ہے۔ اِسے انگریزی میں Nonsense بھی کہا جاتا ہے یعنی ایسی بات جس کی کوئی بنیاد نہ ہو۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اعتقاد کے بغیر کوئی بھی گفتگو نِری بکواس ہے یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ کلام یا فلسفہ شرحِ عقائد (Interpretation of Beliefs) ہے۔ کلام یا فلسفہ کا معنیٰ ہی دراصل بامعنیٰ گفتگو ہے ورنہ نِری بکواس۔

سب سے دلچسپ اور حیران کن بات یہ ہے کہ اعتقاد کے بغیر کلام ممکن ہی نہیں جبکہ دہریت کی ساری جنگ اعتقاد کے خلاف ہے۔ مطلب یہ کہ دہریت مذہب کے گلے پر چھری پھیر کر خود اپنی ہی چھری سے اپنا گلا کاٹ لیتی ہے یعنی۔ ع

جو تری جستجو میں چھوڑ دیا
اُس کا نعم البدل تو تُو بھی نہیں

سوال یہ ہے کہ دہریت کے پاس مذہب کا نعم البدل کیا ہے؟۔ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ دہریت لیس بشئ یعنی کوئی شے ہی نہیں ہے۔ کسی بھی چیز کا متبادل ہونے کیلئے سب سے پہلے "ہونا" ضروری ہے جبکہ دہریت محض " لا " ہے۔ پس لا میں قیام (Stance) کہاں ممکن ہے۔ اب آجائیں اُن چند ایک ناگزیر آفاقی سوالات کی جانب جن سے کسی طور بھی پیچھا چھڑانا ممکن نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اِس وقت دہریت کے پاس انسانی معاشروں میں برائی کی روک تھام کیلئے کیا فکری حکمتِ عملی موجود ہے خاص کر جب بُرائی سماجی معاہدہ بن جائے؟۔

سوال یہ ہے کہ اِس وقت دہریت کے پاس وجودی بحران یعنی Existential Crisis کی روک تھام کیلئے کیا لائحہ عمل موجود ہے؟۔

سوال یہ ہے کہ دہریت کے پاس اِس وقت انسانی ذہن کو نیکی پر اُبھارنے اور بدی سے روکنے کیلئے کونسی خاص ترکیب موجود ہے؟۔

سوال یہ ہے کہ اِس وقت دہریت کے پاس انسان کو جانور سے ممیز کرنے کیلئے کونسا عالمگیر اخلاقی ضابطہ موجود ہے؟۔

جہاں تک میرا مطالعہ ہے دہریت کی زنبیل میں اِس وقت مذاہب پر تنقید کے علاوہ کچھ نہیں موجود۔ یہ بات میں بغیر کسی تعصب کے عرض کر رہا ہوں۔ میں اگر یہ کہوں کہ بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں تو دہریہ نے تو یقین ہی نہیں کرنا کیونکہ وہ خدا کو مانتا ہی نہیں تو خدا کی قسم پر کیسے یقین کرسکتا ہے۔ دلچسپ سوال یہ ہے کہ ایک دہریہ اپنے کلام پر اعتبار کیلئے مخاطب سے یہ مطالبہ کیسے کرسکتا ہے کہ وہ اُس کی بات پر یقین کرلے جبکہ دہریہ کی ساری جہد ہی یقین کے خلاف ہے۔ یقین یعنی عقیدہ۔ گویا دہریت ایک صریح حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی میں اب دھڑلے سے یہ بات کہہ

سکتا ہوں کہ ایک طرف مذہب ہے تو دوسری حماقت ۔پس دہریت شیوہِ حمقاء ہے ۔

یہاں پر دہریت کی دو نہایت اہم مبادیات پر بھی بات کر لی جائے تو بحث مکمل ہو جائے گی ۔ پہلی بنیاد یہ کہ دہریت سچائی کی پرچارک ہے اور دوسری بنیاد یہ کہ دہریت عقلیت پرستی کی داعی ہے ۔جہاں تک سچائی کی بات ہے تو یاد رکھیں کہ کہ سچائی فی نفسہٖ کوئی شے نہیں ہے بلکہ ایک اُلوہی اعتقاد ہے ورنہ میں آپ کے سچ کو نہ مانوں تو آپ کیا کریں گے؟ ۔گویا دہریہ بھی بہت دور جا کر کسی نہ کسی اعتقاد پر کھڑا ہوتا ہے ۔ اِس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ۔دوسری بنیاد یہ کہ دہریت دراصل عقلیت پر کھڑی ہے ۔ یہ بھی نہایت مضحکہ خیز دعویٰ ہے ۔عقلیت فی نفسہٖ کوئی شے نہیں جب تک کہ وہ "فیصل" یعنی Decisive نہیں ہو جاتی ۔

عقل نہ تو کوئی محرکہ یعنی Stimulus ہے اور نہ ہی کوئی قیام یعنی Stance بلکہ ایک خادمِ اعلیٰ ہے جسے ٹیکنالوجی کی زبان میں Main Server کہا جا سکتا ہے ۔عقل محض اعتقادات کو مفسّر یعنی Interpret کرتی ہے ۔علاوہ ازیں اِس کا کوئی کام نہیں ۔ چنانچہ کلام، فلسفہ، منطق، معقولات اور جدلیات جتنے بھی عقلی علوم ہیں تمام تر کی بنیاد کوئی نہ کوئی اعتقاد ہوتا ہے جس کی عقل تفسیر کرتی ہے ۔اگر اعتقاد نہ ہو تو عقل تہی دست ہے ۔ع

علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

دہریت عقلیت پر کھڑی ہے ۔ یہ بیسویں صدی کا ایک زبردست لطیفہ (Joke) ہے کیونکہ عقلیت ہمیشہ سے پہلے ایک نظام کی طالب رہتی ہے بعد میں وہ سرگرم ہوتی ہے جبکہ نظام تو

دہریت کے پاس ہے نہیں، پس ایسے میں یہ کہنا کہ دہریت عقلیت پر کھڑی ہے اپنی اصل میں مذہب کا ایک بے بنیاد متبادل پیدا کرنے کی کوشش ہے۔

عقلیت فی نفسہٖ کوئی شے نہیں بجز ایک تعدیل (Justification) کے چنانچہ اوکسفرڈ لینگویجز میں عقلیت کی تعریف کچھ اِس طرح بیان کی گئی ہے۔

A cause,explanation, or justifcation for an action or event.

مزے کی بات یہ ہے کہ مذہب پر ایقان (Believe) کے بعد کلام ممکن ہے جبکہ دہریت کے دائرے میں آجانے کے بعد کلام کی حاجت ہی نہیں رہتی بلکہ دہریت کا تو کوئی دائرہ ہی نہیں یعنی یہ تو خود تمام دائروں سے کنارہ کشی کا نام ہے۔

معروف فرانسیسی دہریہ البرا کامیو اپنی مشہورِ زمانہ کتاب The Myth of Sisyphus میں لکھتے ہیں کہ مذہب سے فراغت کے بعد انسان لامقصدیت سے نجات نہیں حاصل کرسکتا اِسی لئے اُسے اِس لایعنیت (Absurdity) کو مرتے دم تک بہرطور جھیلنا ہوتا ہے یا پھر وجودی بحران سے نجات حاصل کرنے کا آسان حل خودکشی ہے۔

یہ تو خیر کہنے کی باتیں ہیں۔ بہت سے ایسے دہریہ بھی تھے جنہوں نے دہریت اختیار کرنے کے بعد اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں سے ختم کردی۔ ہمارے ہاں کے شعراء ثروت حسین، شکیب جلالی اور سارہ شگفتہ، ایران کے دانشور صادق ہدایت، امریکہ کے Ernest Hemingway اور Anne Sexton جبکہ برطانیہ کی انتہائی معروف رائٹر Virginia Woolf تو چند معروف نام ہیں۔ آج جدید دہریت پوری دنیا میں لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کر رہی ہے مگر مذہب کا متبادل نہیں دے پا رہی۔ اِس وقت انسانیت پر سب سے بڑا عذاب لامقصدیت

(Nihilism) کا نازل ہو چکا ہے۔ معروف فرانسیسی دانشور ژاں پال سارتر نے کہا تھا کہ انسان کو آزادی کی سزا ملی ہے جبکہ میں کہتا ہوں کہ انسان کو حماقت اختیار کرنے کی سزا ملی ہے۔

قادر مطلق خدا سے ناتہ توڑ کر انسان کہیں کا نہ رہا حتیٰ کہ اپنے آپ کا بھی نہ رہ سکا اور اپنے ہی ہاتھ سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر بیٹھا اور کیوں نہ کرتا جب خدا ہی نہیں تو پھر صرف مرنے کیلئے جینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟۔ مذہب انسانی عقل کی ضرورت ہے ورنہ مذہب کو ایک طرف رکھ کر صرف ایک پل جینے کی وجہ بتا دیں؟۔

تیقّن (عقیدہ) انسانی معاشروں کیلئے رحمت تھا اور ہمیشہ رہے گا ورنہ نسل انسانی بہت جلد معدوم ہو جائے گی۔ بخدا تصورِ قادریت کو ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں انسان کے پاس۔

صرف تصورِ قادریت کو ماننے ہی میں عافیت ہے اور اِس کیلئے وحی کی طرف منہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کیونکہ انسانی عقل یا تجربات اقدار نہیں پیدا کر سکتیں۔ پس جب ہم ایک پُرسکون اور عافیت والی زندگی جینے کی تمنا رکھتے ہوں تو ہمیں یقین دریافت کرنا ہی ہوگا۔ ع

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے

ہمارے پاس اِس وقت وہ پیرامیٹرز ہی نہیں ہیں جن کے وسیلے سے ہم قادر مطلق ہستی کو ذاتی طور پر جان سکیں۔ قرآن میں ہے، لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ (الشوریٰ ، 11 )۔ یعنی اُس کے مثل تو کچھ ہے ہی نہیں۔

عقلیت وسیلہِ علم نہیں بلکہ عقیدہ کو صرف Jutify کرتی ہے،پس عافیت چاہئے تو ایقان ورنہ انکار۔اور انکار کی صورت میں ہم کہیں کے بھی نہیں رہتے حتیٰ کہ اپنی ذات کے بھی نہیں۔

المختصر دہریت کے پاس کوئی نظامِ حیات تو ایک طرف یہاں تو جینا فی نفسہٖ بے معنیٰ ہو جاتا ہے جبکہ تصورِ قادریت کے دامن میں اَبدی عافیت ہے اور ویسے بھی دہریہ ہو یا مذہبی، ایقان کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ اِس لئے بہرطور، بہرحال تصورِ قادریت سے مفر کسی صورت ممکن نہیں کیونکہ تصورِ قادریت انسانی شعور کی ناگزیر ضرورت رہا ہے۔

تصورِ قادریت محض ایک عقیدہ نہیں بالکل جیسے یہ کہہ دینا کہ خدا ہے ہی نہیں بلکہ یہ انسانی عقل اور نفسیات کی ایک بنیادی ضرورت ہے پس مذہب سے فرار ممکن ہے۔مذہبی رسومات سے فرار ممکن ہے۔مسجد و مندر سے فرار ممکن ہے۔حتیٰ کہ اپنے آپ سے فرار ممکن ہے مگر تصورِ قادریت سے فرار ممکن نہیں کیونکہ وہ ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے، ہماری دانست میں وہ موجود ہو یا نہ ہو، ہم اُس کا اقرار کریں یا انکار پس تصورِ قادریت سچائی کی طلب کی طرح ہماری دیرینہ شعوری میراث ہے اور کم از کم ہمیں اِس زمینی حقیقت کا تو منکر نہیں ہونا چاہئے۔ع

سوچا تھا تجھ سے دور نکل جائیں گے کہیں
دیکھا تو ہر مقام تری رہ گزر میں ہے

دہریت پر تنقید مذہب پر یقین کی دعوت نہیں بلکہ عقل کی ضروریات کا اقرار ہے۔مَیں اپنے مخاطب کے متعلق اتنا حُسنِ ظن تو رکھ سکتا ہوں کہ وہ دیوانہ نہیں بلکہ ایک عاقل ہے۔

☆☆☆☆☆



سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئر کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect" کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی موَلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔